رہنے والا دائمی قانون بن جائے اور مسلسل طریقہ کار ہو۔اس حوالے سے نبیوں کے ساتھ ہونے والے معاہدے کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے ۔ خصوصاً اولوالعزم نبیوں سے کہ وہ اسلامی نظام کے قیام کی ذمہ داری قبول کریں اور اس تحریک پر جمے رہیں لوگوں کے اندر تبلیغ و تحریک کا کام جاری رکھیں اور ان اقوام میں اس دعوت کو جاری رکھیں جن کی طرف ان کو بھیجا گیا ہے تاکہ یہ بات لوگوں کے خلاف حجت ہو کہ ان تک پیغام پہنچا تھا اور وہ اپنی ضلالت و ہدایات کے ذمہ دار ہیں کفر اور ایمان کے ذمہ دار ہیں ۔کیونکہ پیغمبروں کی تبلیغ کے بعد تو حجت تمام ہو جاتی ہے ۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ﴿۷﴾ لِّيَسْــَٔـلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾ ع ۱۷

اور (اے نبیؐ) یاد رکھو اس عہد و پیمان کو جو ہم نے سب پیغمبروں سے لیا ہے ' تم سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی ۔سب سے ہم پختہ عہد لے چکے ہیں ۔تاکہ سچے لوگوں سے (ان کا رب) ان کی سچائی کے بارے میں سوال کرے ' اور کافروں کے لیے تو اس نے دردناک عذاب مہیا کر ہی رکھا ہے"۔

یہ وعدہ نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل لیا گیا۔یہ واحد میثاق والا نظام ہے اور یہ واحد امانت ہے ۔ ہر نبی اپنے ماقبل سے لیتا رہا اور آنے والے کو دیتا رہا۔

ابتداء میں تمام نبیوں کے بارے میں کہا گیا کہ ہم نے ان سے میثاق لیا اور اس کے بعد قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی طور پر تھا (وَمِنْكَ) کیونکہ آپ خاتم النبین ہیں اور آپ کی دعوت عالمی ہے ۔اس کے بعد اولوالعزم رسولوں کے نام گنوائے 'نوح' ابراہیم 'موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر ہوا۔

اصحاب میثاق کے ذکر کے بعد اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عہد تھا کیا اور کیسا تھا تو وہ بہت پختہ عہد تھا' بہت بھاری عہد تھا۔

مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (۳۳ : ۷) پختہ عہد۔اس میں لفظ میثاق کے لغوی معنے کی طرف اشارہ ہے ۔لغت میں میثاق بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں ۔استعارہ کے طور پر عہد کے لیے استعمال کیا گیا۔اس لفظ کے استعمال سے ایک معنوی مفہوم کو مجسم کر کے دکھانا مطلوب ہے تاکہ انسانی شعور اچھی طرح سمجھ لے کہ یہ کوئی پختہ اور اہم عہد تھا جو اس قدر بڑے بڑے پیغمبروں سے لیا گیا کہ وہ وحی وصول کریں ' اس کی تبلیغ کریں اور اس کے مطابق اسلامی نظام قائم کریں اور نہایت امانت اور استقامت کے ساتھ 'اس کی ذمہ داریاں برداشت کریں ۔

لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ (۳۳ : ۸) "تاکہ اللہ سچے لوگوں سے ان کی سچائی کے بارے میں

سوال کرے"۔ اور صادق اہل ایمان ہیں کیونکہ انہوں نے سچ کہا اور سچے عقیدے کو قبول کیا۔ ان کے سوا تمام دوسرے لوگ جھوٹے ہیں کیونکہ ان کے عقائد باطل ہیں اور ان کی باتیں باطل ہیں۔ لہٰذا تعبیر کا خاص مفہوم ہے۔ سچوں سے سوال ایسا ہی ہو گا جس طرح ایک لائق شاگرد سے استاد لوگوں کے سامنے مجلس یا تقریب میں یہ پوچھتا ہے کہ تم نے کتنے نمبر لیے اور کیسے جوابات دیئے اور یوں کامیابی حاصل کی۔ یہ سوال ان کی عزت افزائی کے لیے اعلانیہ تمام لوگوں کے سامنے ہو گا تاکہ تمام سننے والے بھی ان کی تعریف کریں۔ اسی طرح یوم الحشر میں اللہ صادقین سے سوال ان کی تکریم کے لیے کرے گا۔

اب دوسرے لوگ جنہوں نے باطل نظریات اپنائے اور جنہوں نے جھوٹے بول بولے حالانکہ ان کے سامنے اس کائنات کا بہت بڑا مسئلہ پیش کیا گیا تھا، جس میں یا انہوں نے سچا کلمہ کہنا تھا یا جھوٹا، ان سے سوال ہو گا اور ان کے لیے سزا بھی حاضر ہو گی اور وہ تیار کھڑی ہو گی۔

وَ اَعَدَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا (۳۳:۸) "اور کافروں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

---ooo---

درس نمبر ۱۸۹ ایک نظر میں

جنگاہ حیات اور حادثات کے میدان کارزار میں اسلامی شخصیت کی تشکیل ہو رہی تھی ۔ ہر نئے دن کے طلوع ہوتے کے بعد اور ہر نئے حادثے کے بعد یہ شخصیت واضح ہوتی جاتی تھی ۔اس کے خدوخال نکھر کر سامنے آتے تھے ۔جماعت مسلمہ ان شخصیات سے تشکیل پا رہی تھی جن کی خاص صلاحیتیں تھیں ۔ ان کی خاص اقدار حیات تھیں اور تمام دوسری سوسائٹیوں سے اس کا رنگ ڈھنگ بالکل مختلف تھا۔

اس جماعت کے خلاف روز کوئی نہ کوئی واقعہ پیش آتا اور یہ واقعات جماعت کے لیے بڑا فتنہ بن جاتے اور یہ فتنہ اس طرح ہوتا تھا جس طرح سونے کا "فتنہ" ہوتا ہے ۔اس فتنے سے اصلی جوہر اور کھوٹ علیحدہ ہو جاتے تھے ' انسانوں کی حقیقت اور ان کا اصل جوہر سامنے آجاتا تھا۔ جھاگ دور ہو جاتی تھی اور خالص سونا جدا ہو جاتا تھا۔ یوں اسلامی سوسائٹی سے ایسی قدریں ختم ہو جاتی تھیں جن میں ملاوٹ ہوتی تھی ۔

ان ابتلاؤں میں قرآن کریم نازل ہوتا تھا یا واقعات و حادثات کے بعد ان پر تبصرہ ہوتا تھا۔ اس تبصرے میں واقعات بتائے جاتے ' ان پر روشنی ڈالی جاتی اور ان کے نشیب و فراز بتائے جاتے ۔ یوں ہر ایک کا موقف سامنے آتا۔ ضمیر و شعور اور نیت و ارادے کی اصلاح ہوتی اور ان واقعات کی روشنی میں لوگوں کو ہدایات دی جائیں اور وہ ہدایات اچھی طرح ان کی سمجھ میں آجاتیں لوگ ان ہدایات سے اچھی طرح متاثر ہوتے اور اپنی اصلاح کرتے ۔ یوں اسلامی جماعت کی تربیت ہر دن کے بعد ہوتی رہتی اور ہر حادثے کے بعد اسے ہدایات ملتی رہتیں ۔ اسلامی نظام حیات کے اہداف کے مطابق اس جماعت مسلمہ کی شخصیت بنتی اور وہ ان تبصروں سے تاثرات لیتے۔

یوں نہیں ہوا کہ تمام احکام اور ہدایات ایک ہی بار نازل کر کے مسلمانوں کے سامنے رکھ دیئے گئے ہوں اور پھر یہ کہا گیا ہو کہ جاؤ ان پر عمل کرو ۔ بلکہ یہ ہدایات اور یہ قوانین واقعات کے بعد نازل ہوتے رہے ' آزمائشیں آتیں ' فتنے آتے اور واقعات پیش آتے ' ادھر سے وحی آجاتی کیونکہ اللہ خالق کریم کو یہ علم تھا کہ انسانی اخلاق کو صرف تدریج ہی کے ساتھ اچھی طرح نئے سانچے میں ڈھالا اور اچھی طرح پختہ کیا جاسکتا ہے ۔ انسانی اخلاق کی نوک پلک صرف آزمائشوں اور واقعات و حادثات کی شکل میں درست کی جاسکتی ہے ۔ یعنی واقعاتی تجربات کی صورت میں ۔کیونکہ عملی تجربات کے نتیجے میں بات دلوں کی تہ تک اتر جاتی ہے اور اعصاب بھی اس کے مطابق حرکت کرنے لگتے ہیں ۔یہ اعصاب پھر اس طرح جدید رد عمل ظاہر کرتے ہیں جس طرح معرکہ کارزار میں یا واقعات اور حادثات میں انسان کا فطری رد عمل ہوتا ہے ۔ ایسے واقعات میں جب قرآن نازل ہوتا تو وہ بتا دیتا کہ یہ واقعہ کیا ہے ۔اس کے پیچھے کیا عوامل ہیں اور اس میں ایک مسلمان کا اسلامی رد عمل کیا ہونا چاہئے ۔ اس طرح اسلامی شخصیت آزمائشوں کی بھٹی سے صاف و ستھری ہو کر نکل آتی ' نکھر آتی ' آزمائش کی تپش اس کے اخلاقی جسم سے ہر قسم کا کھوٹ نکال کر رکھ دیتی اور اب اسلام جس سانچے میں چاہتا ' ان شخصیات کو ڈھال لیتا۔

یہ ایک عجیب دور تھا جو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں گزارا۔ اس میں آسمانوں و زمین کے قلابے ملے ہوئے تھے۔ آسمان سے اہل زمین کا براہ راست رابطہ تھا۔ تمام واقعات اور تمام مکالمات میں آسمان سے ہدایت آ جاتی۔ ہر مسلمان رات اور دن یوں زندگی بسر کر رہا تھا کہ اللہ دیکھ رہا ہے سن رہا ہے۔ ابھی کوئی ہدایت یا تبصرہ نہ آ جائے۔ اس کا کوئی کلمہ، اس کی کوئی حرکت بلکہ اس کا کوئی ارادہ نزول وحی کا سبب نہ بن جائے۔ لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہو جائے، رسول اللہ کے پاس سے اس کے بارے میں کوئی تبصرہ نہ آ جائے۔ گویا ہر مسلمان محسوس کرتا تھا کہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ براہ راست منسلک ہے۔ اگر اسے کوئی معاملہ درپیش ہوتا یا کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ انتظار کرتا کہ اس کے بارے میں کوئی فتویٰ، کوئی ہدایت، کوئی فیصلہ آسمان سے آ جائے اور اللہ بتا دے بذات خود، اے فلاں تم نے یہ کہا، تم نے یوں کہا، تم نے یوں سوچا۔ یہ ظاہر کیا اور یہ چھپایا، یوں کرو، یوں نہ کرو، اور ایسا طرز عمل اختیار نہ کرو۔ یہ ایک عجیب دور تھا کہ اللہ کا ایک متعین حکم کسی متعین شخص کے بارے میں آ پہنچتا۔ اور یہ حکم پھر اس کے لیے بھی ہوتا اور تمام اہل زمین کے لیے بھی ہوتا۔ زمین کے ذرے ذرے کے لیے ہوتا۔ پوری زمین کے لیے ہی ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عجیب دور تھا۔ آج جب انسان اس کے بارے میں سوچتا ہے اس کے واقعات اور حادثات کو دہراتا ہے، پڑھتا ہے، پڑھاتا ہے تو وہ اچھی طرح ایک نقشہ ذہن میں لا سکتا ہے، ایک منظر دیکھ سکتا ہے کہ کس قدر عجیب دور تھا یہ۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تربیت صرف اس شعور کے ذریعہ ہی نہیں کی کہ ان کی شخصیت کو پختہ کر دیا جائے بلکہ ان کو عملی تجربوں سے گزارا گیا۔ ان کو آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا جس میں ان کا نقصان بھی ہوا لیکن فائدے بہت ہوئے اور یہ سب امور اللہ کی گہری حکمتوں کے مطابق سرانجام پاتے، کیونکہ اللہ علیم و خبیر ہے اور وہ اپنی مخلوق کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے۔

یہ حکمت کیا تھی؟ ہمیں اس پر ذرا طویل غور و فکر کرنا چاہئے تاکہ ہم اسے معلوم کر لیں، پھر اس پر تدبر کریں۔ اور پھر ہم زندگی کے واقعات، آزمائشوں پر اس کی روشنی میں غور کریں۔

--- ○○○---

اس سبق میں تحریک اسلامی کو پیش آنے والے ایک بڑے واقعہ کی تشریح کی گئی ہے۔ اور اسلامی تاریخ کے اس واقعہ میں جماعت مسلمہ کے لیے ایک بڑی آزمائش تھی اور یہ وقت امت مسلمہ پر بہت برا وقت تھا۔ بڑی مشکل دور سے تحریک گزر رہی تھی۔ یعنی غزوۂ احزاب کا دور۔ یہ جنگ ہجرت کے پانچویں یا چوتھے سال میں پیش آئی۔ یہ اس نئی اٹھنے والی تحریک کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ تحریک اسلامی کی تمام اقدار اور تمام نظریات داؤ پر تھے۔ ان آیات پر غور کرنے سے، غزوۂ احزاب کے واقعہ کے پیش کرنے سے، اس کے اسلوب بیان سے، بعض واقعات پر تبصرے سے، بعض لوگوں کی حرکتوں سے، بعض افراد کی سوچ سے، اور بعض لوگوں کے خدشات سے اور پھر اس جنگ میں سامنے آنے والی اقدار سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ذریعہ امت مسلمہ کی تربیت کس خوش اسلوبی سے فرما رہے تھے۔

جنگ احزاب جیسے اہم واقعہ پر قرآن کریم کس انداز سے تبصرے کرتا ہے اور امت کو کس انداز سے ہدایات دیتا ہے۔ قرآنی نصوص کی تشریح سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ اس واقعہ کی پوری تفصیل ذرا اختصار سے کتب سیرۃ سے نقل کر دی

جائے ۔اس سے ہم تقابلی مطالعہ کر سکیں گے کہ انسان واقعات کو کس طرح بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے تبصرہ کیسے ہوتا ہے ۔

محمد ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ ایک جماعت سے نقل کیا ہے .... جنگ خندق کے واقعات میں یہ ہے کہ کچھ یہودی جن میں سے سلام ابن ابو الحقیق نضری ، یحیی ابن اخطب نضری ،کنانہ ابن ابو الحقیق نضری ، ہودہ ابن قیس وائلی اور ابو عماد وائلی تھے اور ان کے ساتھ کچھ لوگ بنو نضیر ،کچھ لوگ بنی وائل کے بھی تھے ۔یہی لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ کے خلاف لشکر جمع کیے ۔یہ سب سے پہلے گھروں سے نکلے ، قریش سے ملے اور ان کو دعوت دی کہ رسول خدا کے خلاف جنگ کریں اور انہوں نے کہا کہ ہم تمہارا ساتھ اس وقت تک دیں گے جب تک اس کو بنیاد سے نہ اکھاڑ دیں ۔قریش نے کہا ، اے ملت یہود ، تم لوگ پہلی کتاب کے حاملین ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کیا اختلاف ہے ، تم لوگ بتاؤ کہ اس کا دین اچھا ہے یا ہمارا ۔تو انہوں نے کہا اس کے دین سے تمہارا دین سچا ہے اور اس کے مقابلے میں تم زیادہ برحق ہو ۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں یہ آیات اتریں :

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (٤ : ٥١) "کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ جبت اور طاغوت کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں" ۔یہاں سے لے کر آیت

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (٥٤) فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا (٥٥) (٤ : ٥٤ — ٥٥) "پھر کیا یہ دوسروں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا اگر یہ بات ہے تو انہیں معلوم ہو کہ ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم بخش دیا ۔مگر ان میں سے کوئی اس پر ایمان لائے اور کوئی اس سے منہ موڑ گیا اور منہ موڑنے والوں کے لیے تو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے" ۔

جب انہوں نے قریش کو یہ فتویٰ دیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور جوش میں آگئے اور رسول اللہ کے خلاف لڑنے کی حامی بھرلی ۔یہ لوگ اب قریش کو چھوڑ کر غطفان کے پاس گئے ، جو قیس غیلان کی نسل سے ہیں ۔انہوں نے ان کو بھی دعوت دی کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑیں انہوں نے ان کو بتایا کہ یہ خود بھی ساتھ دیں گے اور قریش بھی ساتھ دیں گے ۔لہٰذا تم لوگ قریش کے ساتھ میٹنگ کرو ۔

چنانچہ قریش کا یہ لشکر ابو سفیان ابن حرب کی سربراہی میں ، غطفان اپنے سردار عیینہ ابن حصن بن فزاری کے ساتھ ، اور حارث ابن عوف بنی مرہ کے ساتھ اور مسعر ابن امیہ اپنے متبعین بنی اشجع کے ساتھ نکلے ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لشکر کشی کی اطلاعات ملیں تو آپؐ نے مدینہ کے اردگرد خندق کھودنا شروع کر دی۔ خندق کھودنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کام کیا اور مسلمانوں نے بھی کام کیا۔ آپ نے بھی جانفشانی سے کام کیا اور مسلمانوں نے بھی سخت جانفشانی سے کام کیا۔ اس کام میں رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے مقابلے میں بعض منافقین نے نہایت ست روی سے کام لیا۔ وہ بہت چھوٹے موٹے کاموں میں لگ جاتے اور بغیر اذن رسولؐ کے کھسک جاتے۔ وہ گھروں کو چلے جاتے اور رسول اللہ کو علم بھی نہ ہوتا۔ اور مسلمانوں کی روش یہ ہوتی کہ اگر کسی کا کوئی ضروری کام پیش آتا تو وہ رسول اللہؐ سے اجازت لے کر چلا جاتا اور کام کر کے جلدی سے واپس آجاتا۔ اور نہایت ہی ذوق و شوق سے کام کرتا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۴ : ۶۲) ''مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقعہ پر رسول کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں۔ اے نبی جو لوگ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور رسول کے ماننے والے ہیں۔ پس وہ اپنے کسی کام سے اجازت مانگیں تو جسے چاہو، اجازت دے دیا کرو۔ اور ایسے لوگوں کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کیا کرو۔ اللہ غفور و رحیم ہے''۔ اس کے بعد اللہ نے ان لوگوں کے بارے میں کہا جو بغیر اجازت کے کھسک جاتے تھے اور کام چوری کرتے تھے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۴ : ۶۳) ''مسلمانو! اپنے درمیان رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھ بیٹھو۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے''۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے فارغ ہوئے تو قریش حبشیوں، کنانہ اور تہامہ کا ایک بڑا لشکر جرار لے کر پہنچ گئے۔ یہ مقام رومہ کے مجمع اسیال پر اترے اور غطفان اور ان کے تابع دوسرے کچھ قبائل احد کے پاس ذنب نقمی پر اترے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان تین ہزار کی تعداد میں تھے۔ اسلامی لشکر کی پشت کوہ سلع کی طرف

تھی ۔ یہ لشکر یہاں اترا اور احزاب اور مسلمانوں کے لشکر کے درمیان خندق تھی ۔ بچوں اور عورتوں کو حکم ہوا کہ وہ قلعہ بند ہو جائیں ۔

---ooo---

اللہ کا دشمن حیی ابن اخطب نضری 'کعب ابن اسد قرظی سے ملا ۔ یہ صاحب تھے جنہوں نے بنی قریظہ کی طرف سے عہد کیا تھا اس نے اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دہانی کرائی تھی اور ان پر رسول اللہؐ سے عہد و پیمان کیا تھا ۔ حیی کعب ابن اسد سے چپکا رہا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آمادہ کرتا رہا ۔ اسے دھوکہ دینے کے لیے بار بار چکر لگاتا رہا ۔ یہاں تک کہ اس نے اس سے بھی وعدہ لے لیا کہ اگر قریش اور غطفان واپس ہو گئے اور محمد پر حملہ آور نہ ہوئے تو میں تمہارے ساتھ تمہارے قلعہ میں رہوں گا تاکہ مجھے بھی وہ بات نہ پہنچ جائے جو تجھے پہنچے ۔ ان یقین دہانیوں پر کعب ابن اسد نے حضور اکرمؐ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور اس کے اور رسول اللہؐ کے درمیان جو عہد تھا ' اس سے براءت کا اظہار کر دیا ۔

اس پر مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا اور خوف و ہراس پھیل گیا ۔ اب اوپر سے بھی دشمن حملہ آور ہو گیا اور نیچے سے بھی ۔ مسلمانوں نے ہر قسم کے خیالات دل میں دوڑانے شروع کر دیئے ۔ بعض منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہونا شروع ہو گیا ۔ ایک شخص معتب ابن قشیر ' بنی عمر ابن عوف قبیلے کے فرد سے یہ کہتے سنا گیا "محمدؐ تو ہم سے یہ وعدے کرتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے کھائیں گے اور آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بے خوف ہو کر قضائے حاجت کے لیے نہیں جا سکتا" ۔ اور قبیلہ بنی حارثہ کے ایک شخص اوس ابن قیظی کہنے لگا "حضور ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اور یہ بات انہوں نے اپنی قوم کے سامنے کہی تو آپ ہمیں اجازت دے دیں کہ ہم لوگ اپنے گھروں کو چلے جائیں کیونکہ ہمارے گھر مدینہ سے باہر ہیں" ۔

رسول اللہؐ بھی ڈٹے رہے اور مشرکین بھی تقریباً ایک ماہ تک پڑے رہے ۔ جنگ صرف تیروں اور محاصرے تک محدود رہی ۔ جب لوگوں کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا تو حضورؐ نے ایک وفد عیینہ ابن حصن اور حارث ابن عوف کی طرف بھیجا ۔ یہ دونوں غطفان کے لیڈر تھے ۔ ان کو یہ پیش کش کی کہ ہم مدینہ کی کھجوروں کا ۱/۳ حصہ ادا کریں گے اس شرط پر کہ تم لوگ اپنے آدمیوں کو لے کر واپس ہو جاؤ ۔ صلح کے مذاکرات ہوئے ' ایک معاہدے کا مسودہ بھی تیار ہو گیا ۔ شہادت اور دستخط ابھی نہ ہوئے تھے جب حضورؐ نے دستخط کرنا چاہے تو آپ نے سعد ابن معاذ رئیس اوس اور سعد ابن عبادہ رئیس خزرج کو بلایا اور ان کے سامنے اس معاہدے کا تذکرہ کیا اور مشورہ طلب کیا ۔ انہوں نے کہا حضور اکرمؐ اگر آپ اس معاہدے کو پسند کرتے ہیں تو آپ کی مرضی ہے ' دستخط کر دیں ۔ یا اگر اللہ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر ۔ اور اگر یہ بات آپ ہمارے مفاد میں کرنا چاہتے ہیں تو بتائیں ۔ حضورؐ نے فرمایا میں یہ صرف تمہاری خاطر کرنا چاہتا ہوں ۔ میں تو یہ اس لیے کر رہا ہوں کہ تمام عرب ایک ہی کمان سے تمہارے خلاف تیراندازی کر رہے ہیں اور ہر طرف سے تمہارے اوپر ٹوٹ پڑے ہیں ۔ تو میں نے سوچا کہ ان کی قوت میں کچھ کمی کر دوں" ۔ اس پر سعد ابن معاذ نے فرمایا ہم اور یہ لوگ سب شرک پر تھے ۔ اور بتوں کی بندگی کرتے تھے ۔ نہ اللہ کی بندگی کرتے تھے اور نہ اللہ کو پہچانتے تھے ۔ یہ لوگ ہم سے کھجور کا ایک دانہ بھی نہ لے سکتے تھے الا یہ کہ بیعہ خریدتے یا بطور مہمان نوازی کے ہم ان کو کھلاتے ۔ اب جبکہ اللہ نے ہمیں

اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے اور ہمیں ہدایت دی ہے اور آپ کے ذریعہ ہمیں اعزاز دیا ہے تو کیا اب ہم ان کو اپنا دل دے دیں۔ ہمیں اس رعایت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔ تو حضورؐ نے فرمایا جو آپ کی مرضی ہو۔ سعد ابن معاذ نے وہ مسودہ لیا اور اس کے اندر جو کچھ لکھا تھا' مٹا دیا۔ اس نے کہا وہ ہمارے خلاف جو کچھ کرنا چاہیں کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان نہایت خوف اور شدت کی حالت میں رہے۔ کیونکہ دشمن نے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا اور اس کی قوت زیادہ تھی۔ یہودیوں نے ان کے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ خیبر کی کھجوریں دیں گے۔ اگر وہ اس موقعہ پر ان کی امداد کریں (تبریزی)۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں حضورؐ کے ساتھ کئی شدت اور خوف کے مقامات پر رہی ہوں۔ غزوہ مریسیع' خیبر' حدیبیہ' فتح مکہ' حنین۔ ان میں سے کسی جگہ حضورؐ نے تھکاوٹ محسوس نہیں کی۔ نہ زیادہ خائف ہوئے' جس قدر تھکاوٹ اور خوف خندق میں تھا۔ بنی قریظہ عورتوں اور بچوں کے قریب تھے۔ مدینہ میں ساری رات پہرہ ہوتا تھا۔ ہم مسلمانوں کا نعرۂ تکبیر صبح تک سنتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے خود بخود ان کو واپس کر دیا۔

--- ooo---

ایک اہم واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص نعیم ابن مسعود ابن عامر غطفانی رسول اللہؐ کے پاس آیا۔ اس نے کہا رسول خداؐ میں مسلمان ہو چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے اسلام کا پتہ نہیں۔ آپ جو خدمت میرے سپرد کر دیں' اس وقت کر سکتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا "ہم میں آپ واحد آدمی ہیں تو جس طرح ہو سکے' لوگوں کو ہمارے خلاف جنگ کرنے سے روک لیں کیونکہ جنگ ایک قسم کی چال ہوتی ہے۔ اس نے ایک ایسی کارروائی کی جس کی وجہ سے ان احزاب اور بنو قریظہ کے درمیان اعتماد ختم ہو گیا۔ اس کی تفصیلات کتب سیرت میں مفصلاً موجود ہیں۔ اللہ نے احزاب کے اندر بھی بددلی پیدا کر دی اور ایک ایسا طوفان باد و باراں بھیجا کہ سردیوں کی شدید ٹھنڈی رات میں ان کے خیمے اکھڑ گئے' ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور چولہے بجھ گئے --- جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے اختلافات پہنچے' اور ان کی اجتماعیت ختم ہو گئی تو اس آخری رات کے حالات معلوم کرنے کے لیے حضورؐ نے حضرت حذیفہ ابن الیمان کو بھیجا۔

محمد ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ میرے سامنے زید ابن زیاد ابن محمد ابن کعب قرظی نے روایت کی ہے "ایک کوفی باشندے نے حضرت حذیفہ ابن الیمان سے کہا: ابو عبداللہ! تم نے رسول اللہ کو دیکھا ہے اور آپ کے ساتھ صحبت کی ہے۔ تو اس نے کہا ہاں بھتیجے میں نے دیکھا اور صحبت کی۔ تو پھر تم کیا کرتے تھے؟ خدا کی قسم ہم بہت جدوجہد کرتے تھے تو اس شخص نے کہا خدا کی قسم اگر ہم رسول اللہؐ کو پاتے تو اسے ہرگز زمین پر چلنے نہ دیتے۔ اور اپنی گردنوں پر انہیں اٹھائے رکھتے۔ اس پر حضرت حذیفہ نے فرمایا: بھتیجے ہم نے حضورؐ کے ساتھ جنگ خندق میں حصہ لیا۔ یوں ہوا کہ حضورؐ نے رات کے ایک حصے میں نماز پڑھی اور پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے۔ کون ہے جو اٹھے اور جا کر معلوم کرے کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ پھر وہ واپس آ جائے۔ اس کے لیے رسول اللہؐ نے واپسی کی شرط لگائی۔ میں اللہ سے سوال کروں گا کہ وہ جنت میں میرا ساتھی ہو"۔ اس قدر شدید خوف تھا کہ کوئی نہ اٹھا۔ اس قدر شدید بھوک تھی کہ کسی میں تاب نہ تھی اور سردی بھی شدید تھی۔ جب کوئی نہ اٹھا تو مجھے رسول اللہؐ نے پکارا۔ جب حضورؐ نے نام لیا تو میرے لیے اب کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ فرمایا "حذیفہ جاؤ' ان لوگوں میں داخل ہو جاؤ' دیکھو وہ کیا کرتے ہیں اور کوئی بات نہ کرو جب تک

ہمارے پاس نہ آجاؤ"۔ حذیفہ کہتے ہیں میں گیا۔ لشکر کے اندر داخل ہوگیا۔ طوفان اور اللہ کے لشکر ان کے ساتھ وہ کچھ کر رہے تھے جو کر رہے تھے۔ ہانڈیاں اپنی جگہ ٹھہر نہ سکتی تھیں۔ آگ سلگ نہ سکتی تھی۔ ابوسفیان کھڑا ہوا' حکم دیا کہ ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کے بارے میں تسلی کرے۔ میں نے پہلے ہی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھ لیا کون ہو؟ تو اس نے بتایا فلاں ابن فلاں۔ اس کے بعد ابو سفیان نے کہا اہل قریش اب یہاں مزید نہیں رہ سکتے۔ گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے۔ بنو قریظہ نے ہمارے ساتھ وعدہ خلافی کر دی اور ان کی جانب سے ہمیں وہ جواب ملا جسے ہم ناپسند کرتے ہیں' طوفان اس قدر ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ ہنڈیا اپنی جگہ قرار نہیں پکڑتی' آگ نہیں جلتی' خیمے اکھڑ گئے۔ لہٰذا کوچ کرو میں تو یہ گیا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا۔ اپنے اونٹ کو اٹھایا۔ وہ تین ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا اور اس کا عقال اس نے کھڑے کھڑے کھولا۔ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہ دیا ہوتا کہ کوئی بات نہ کرو جب تک میرے پاس نہ آجاؤ تو میں ایک ہی تیر مار کر ابوسفیان کا کام تمام کر دیتا۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ میں جب واپس پہنچا تو دیکھا کہ حضورؐ کھڑے ہیں اور ایک ایسی چادر میں نماز پڑھ رہے ہیں جو لمبی تھی اور منقش تھی۔ یہ آپؐ کی ازواج میں سے کسی کی تھی۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے پاؤں کے نیچے چادر میں داخل کر لیا اور چادر کا ایک حصہ مجھ پر ڈال دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور میں چادر ہی میں لپٹا رہا۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو میں نے آپؐ کو پوری اطلاع دی۔ اب غطفان نے جب سنا کہ قریش نے یہ کام کیا ہے تو وہ بھی اپنے علاقوں کی طرف واپس ہو گئے۔

قرآن کے ان نصوص میں اشخاص کے نام نہیں لیے گئے۔ بلکہ لوگوں کے نمونے دیئے گئے ہیں اور واقعات کی تفصیلات اور جزئیات بھی قرآن نے چھوڑ دی ہیں۔ قرآن نے وہ اقدار' وہ کردار اور وہ طرز عمل یہاں ریکارڈ کیے ہیں جو نمونہ ہیں اور ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ کردار جو کسی واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں' جو کسی شخص کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جو حالات کے مٹ جانے سے مٹتے نہیں۔ وہ کردار اور وہ قدریں یہاں درج کر دی ہیں جو آیندہ کی نسلوں کے لیے نمونہ عبرت ہیں اور ہر گروہ کے لیے معیار مطلوب ہیں۔ قرآن کریم تمام واقعات اور حادثات کو اللہ کی تدبیر اور تقدیر کے ساتھ منسلک کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ دست قدرت کس کس مرحلے پر مسلمانوں کا معاون رہا۔ اس معرکے کے ہر مرحلے میں تدبیر الٰہی نے اپنا کام کیا اور قرآن نے ہر مرحلے کا تبصرہ پیش کیا۔

قرآن کریم نے یہ قصہ ان لوگوں کے سامنے دہرایا۔ جو اس کے اندر موجود تھے جو اس کے کردار تھے۔ لیکن قرآن کریم وہ اسباب بھی ان کے سامنے کھول کر رکھ دیتا ہے جن کا انہیں علم نہ تھا۔ ان واقعات و حادثات کے وہ پہلو جو نظروں سے اوجھل تھے حالانکہ وہ اس کہانی کے کردار تھے۔ قرآن کریم نفس انسانی کے نشیب و فراز کو بھی کھول کر ان کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ وہ لوگوں کے ضمیر کے میلانات بتاتا ہے اور بتاتا ہے کہ لوگوں کے دلوں کے اندر کیا کیا خلجانات پیدا ہو گئے تھے۔

ان باتوں کے علاوہ انداز بیان کی خوبصورتی' اس کا رعب اور شوکت کلام' بات کی قوت اور حرارت اور منافقین کے بارے میں مزاحیہ انداز' اور ان کے نفاق کے پیچ و تاب اور مسلمانوں کی شجاعت اور ایمان' صبر اور اللہ پر پورا بھروسہ' غرض یہ سب باتیں قرآن نہایت خوبصورتی کے ساتھ قلم بند کرتا ہے۔

یہ نصوص قرآنی دراصل ہر پڑھنے والے کو عمل پر آمادہ کرتی ہیں۔ یہ صرف ان لوگوں کو آمادہ نہیں کرتیں جن

لوگوں نے یہ معرکے لڑے اور ان میں ان کا بنیادی کردار رہا اور انہوں نے سب کچھ دیکھا بلکہ زمانہ مابعد کے تمام ادوار اور معاشروں میں بھی یہ نصوص ابھارنے والی ہیں' جب بھی تحریک اسلامی کو ایسے ہی حالات سے واسطہ پڑتا ہے جیسا کہ ان لوگوں کو پڑا اگرچہ بہت زمانہ گزر چکا ہو۔ اگر جدید ترین متنوع معاشروں میں بھی ایسے حالات پیش ہوں تو بعینہ اسی طرح یہ نصوص ایک مومن کو متحرک رکھتی ہیں جس طرح قرون اول میں انہوں نے مسلمانوں کو متحرک رکھا۔

ان نصوص کو صحیح طرح وہی شخص سمجھ سکتا جس کے لیے ویسے ہی حالات درپیش ہوں جس طرح جنگ احزاب میں اس وقت کے مسلمانوں کو درپیش تھے۔ جب ایسے حالات ہوں پھر ان آیات سے ہدایات کے چشمے پھوٹتے ہیں اور اسلام کے لیے کام کرنے والوں کے دل ان کے معانی کے لیے کھل جاتے ہیں۔ اب قرآن کے کلمات اور سطریں قوت اور اسلحہ بن جاتی ہیں اور کارکن ویسے ہی معرکوں میں کود جاتا ہے۔ پھر یہ آیات زندہ' بیدار' آگے بڑھنے والے لوگ پیدا کرتی ہیں اور یہ لوگ ایک حقیقی تحریک لے کر اٹھتے ہیں۔ قرآن کریم کی یہ نصوص عالم واقعہ میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔

یاد رہے کہ قرآن کریم محض تلاوت اور علمی مباحث کی کتاب نہیں ہے۔ یہ کام تو بہت ہو چکا' یہ تو ایک زندگی ہے' اچھلتی آگے بڑھتی زندگی۔ یہ تو نئے نئے واقعات کے لیے نئی نئی ہدایات ہیں۔ جب بھی کوئی دل ان نصوص کو سمجھے ان کے ہمقدم ہو کر چلے' ان پر لبیک کہے تو ان نصوص کے اندر پوشیدہ قوت کے سرچشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ یہ ہے اس کتاب کا راز کہ اس کے اندر انفجار و قوت کے ذخائر ہیں۔

ایک انسان ایک آیت کو ہزار بار پڑھتا ہے' پھر وہ ایسے موقف اور ایسے حادثے کا شکار ہوتا ہے اور جب وہ اسی آیت کو پڑھتا ہے تو یہ وہ آیت نہیں ہوتی۔ یہ بالکل ایک نئی آیت ہوتی ہے۔ یہ اسے وہ کچھ بتلاتی ہے جو پہلے نہ بتلاتی تھی۔ یا اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ یہ حیران کن سوالات کا جواب دینے لگتی ہے۔ یہ پیچیدہ مشکلات حل کر دیتی ہے۔ صاف صاف راستہ بتلاتی ہے۔ ایک سمت متعین کر دیتی ہے اور وہ اس دل کو اس معاملے میں عزم بالجزم میں تبدیل کر کے رکھ دیتی ہے اور پڑھنے والے کو پورا پورا اطمینان ہو جاتا ہے۔

---ooo---

درس نمبر ۱۸۹ تشریح آیات

۹ --- تا --- ۲۷

قرآن کریم اس سورۃ کا آغاز یوں کرتا ہے کہ اے اہل ایمان اس بات کو ذرا یاد کرو کہ یہ لشکر تمہارے خلاف جمع ہوئے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ تمہیں بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیں اللہ نے محض اپنے کرم سے اور اپنی خاص فوجوں کی مدد سے ان کو نامراد واپس کر دیا۔چنانچہ پہلی ہی آیت میں واقعہ کا مزاج' اس کا آغاز اور اس کا انجام بتا دیا گیا۔تفصیلات سے بھی پہلے تاکہ جس نکتے کو اللہ ان کے ذہن میں بٹھانا چاہتے ہیں وہ اچھی طرح بیٹھ جائے۔وہ اس کو یاد کریں' اور ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ اللہ کا منشاء یہ ہے کہ تم اللہ' رسول اور وحی کی اتباع کرو' اس پر توکل کرو' اور کافرین اور منافقین کی اطاعت نہ کرو' اور یہ کہ اللہ کی دعوت اور اس کے نظام پر جو لوگ عمل کرتے ہیں' اللہ ان کا حامی و مددگار ہوتا ہے بمقابلہ کافرین اور منافقین کے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۹

"اے لوگو' جو ایمان لائے ہو' یاد کرو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اس نے تم پر کیا ہے۔جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے"۔

یوں اس اجمالی آغاز ہی میں معرکہ کا آغاز اور انجام قلم بند کر دیا گیا۔اور وہ عناصر بھی بتا دیے گئے جو اس معرکے میں فیصلہ کن رہے۔یعنی احزاب کا جمع ہو کر ٹوٹ پڑنا' اور طوفان باد باراں اور دوسری خدائی افواج کا آنا جو نظر نہ آتی تھیں' اور اللہ کی نصرت جو اللہ کے علم و تدبیر پر مبنی تھیں اور وہ مسلسل نگرانی کر رہا تھا۔

اب اس کے بعد تفصیلات :

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ

الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾

"جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔

یاد کرو وہ وقت جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا، صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ نے جو وعدے ہم سے کیے تھے، وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے۔ جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ "اے یثرب کے لوگو، تمہارے لیے اب ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، پلٹ چلو"۔

جب ان کا ایک فریق یہ کہہ کر نبی ؐ سے رخصت طلب کر رہا تھا کہ "ہمارے گھر خطرے میں ہیں، حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے، دراصل وہ (محاذ جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔

یہ وہ ہولناک صورت حال ہے جس نے مدینہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ہر شخص خوف اور کرب میں مبتلا تھا۔ اس صورت حال سے کوئی ایک شخص بھی غیر متاثر نہ تھا۔ قریش اور اس کے حوالی و موالی، بنی غطفان اور ان کے زیر اثر قبائل، اور یہودیاں بنی قریظہ ہر طرف سے اٹھ آئے تھے، اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی۔ ایسے حالات تھے کہ ان کا خوف ایک دل اور دوسرے دل میں جدا نہ تھا۔ اختلاف جو تھا وہ ردعمل میں تھا۔ اللہ کے بارے میں یقین میں اختلاف تھا۔ طرز عمل، اقدار، اسباب کے تصور اور نتائج کے ظہور میں اختلاف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایک ہمہ گیر آزمائش تھی اور اس نے مومنین اور منافقین میں بالکل جدائی کر دی۔

آج ہم جب اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم اسی موقف میں کھڑے ہیں۔ وہی حالات ہیں، وہی تاثرات ہیں، وہی خلجانات ہیں، وہی حرکات ہیں اور ان نصوص کے شیشے کے اندر ہمیں اپنے چہرے صاف صاف نظر آتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں اور یہ منظر ہمیں صاف صاف نظر آتا ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (۳۳: ۱۰) "جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے"۔ اور اس کے بعد لوگوں پر اس موقف کے اثرات

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ (۳۳: ۱۰) "جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے"۔ یہ ایک نہایت ہی مکمل تصویر ہے اس شخص کی جو انتہائی تنگی، خوف اور

کرب میں مبتلا ہو۔اس تصویر میں چہرے کی حالت اور دلوں کی حرکت دونوں کو دکھایا گیا ہے۔

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (۳۳ : ۱۰) "اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے"۔ ان گمانوں کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی ۔ ان کو مجمل چھوڑ کر تمام حالات اضطراب ، تمام خلجانات اور تمام برے احساسات کو اس میں شامل کر دیا گیا ہے ۔ مختلف دلوں میں ظنون کی تفصیل مختلف ہوگی ۔

اب ذرا اس خوفناک صورت حالات کو مزید کھولا جاتا ہے ۔ اور اس کے خدوخال اور اس کی حرکات کو سامنے لایا جاتا ہے ۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (۳۳ : ۱۱) "اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے"۔ وہ خوف جو اہل ایمان کو ہلا مارتا ہے ، لازم ہے کہ وہ بہت ہی شدید اور ہولناک ہو گا۔

محمد ابن مسلمہ وغیرہ نے روایت کی کہ خندق میں ہماری رات بھی دن ہوتا تھا جبکہ مشرکین نے اپنے لیے باری مقرر کر رکھی تھی ۔ ایک دن ابو سفیان ابن حرب اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کے لیے آتا ، ایک دن خالد ابن ولید اپنے ساتھیوں سمیت آتا ، اور ایک دن عمرو ابن عاص آتا ، ایک دن ہبیرہ ابن ابو وھب آتا اور ایک دن عکرمہ ابن ابوجہل آتا اور ایک دن ضرار ابن الخطاب ۔ یہاں تک کہ یہ مصیبت بہت بڑھ گئی اور لوگوں کے اندر شدید خوف پھیل گیا۔

مقریزی نے اپنی کتاب امتاع الاسماع میں مسلمانوں کے حال کی تصویر کشی یوں کی ہے :"مشرکین نے صبح کے تڑکے اچانک حملہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو تیار کیا۔ اس دن رات کے ایک حصے تک لڑائی رہی اور رسول اللہؐ اور مومنین میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ حضورؐ ظہر ، عصر ، مغرب اور عشاء کی نماز نہ پڑھ سکے ۔ آپؐ کے ساتھی یہ کہنے لگے رسولؐ خدا ہم نے نماز نہیں پڑھی ۔ اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا ، خدا کی قسم میں نے بھی نماز نہیں پڑھی ۔ یہاں تک کہ اللہ نے مشرکین کو ہٹا دیا ۔ دونوں فریق اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے ۔ اسید ابن حضیر خندق کے کنارے پر دو سو آدمیوں کو لے کر کھڑے ہوئے ، خالد ابن ولید کی سرکردگی میں مشرکین نے حملہ کر دیا ، یہ اچانک حملہ کرنا چاہتے تھے ۔ تھوڑی دیر انہوں نے مقابلہ کیا۔ وحشی نے طفیل ابن نعمان ، ابن حنسا انصاری سلمی کو ایک نیزے کے ساتھ مارا۔ اسے اسی طرح قتل کر دیا جس طرح احد میں حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا۔ اس دن حضور اکرمؐ نے فرمایا "مشرکوں نے ہمیں درمیانی نماز ، نماز عصر سے مشغول رکھا اللہ ان کے دلوں اور پیٹوں کو آگ سے بھر دے"۔

یوں ہوا کہ مسلمانوں کے دو دستے رات کو نکلے ۔ وہ آپس میں الجھ پڑے کسی کو علم نہ تھا کہ وہ آپس میں لڑ رہے ہیں ۔ ہر ایک کا خیال تھا کہ ہم دشمن سے لڑ رہے ہیں ۔ ان کے درمیان بھی قتل ہوئے اور بعض لوگ زخمی ہوئے ۔ اس کے بعد انہوں نے اسلامی شعار سے پکارا۔ کوڈورڈ تھا۔

(حم لا ینصرون) چنانچہ وہ رک گئے ۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا "تمہارا زخمی ہونا اللہ کے لیے ہے اور جو قتل ہو گیا وہ شہید ہے"۔

مسلمانوں پر شدید مشکلات اس وقت آئیں جب وہ خندق کے دہانے پر مصروف جنگ تھے۔ ادھر بنو قریظہ کی طرف سے خبریں آرہی تھیں کہ وہ وعدہ خلافی پر مائل ہوگئے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو ہر وقت یہ ڈر رہتا تھا کہ کسی وقت بھی مشرکین کا لشکر خندق کی جانب سے حملہ آور ہو سکتا ہے اور پیچھے سے یہودی حملہ کر سکتے ہیں اور وہ ان عظیم لشکروں کے درمیان ایک قلیل تعداد میں ہیں۔ یہ لشکر آتے اس لیے ہیں کہ مسلمانوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں اور یہ معرکہ فیصلہ کن اور آخری معرکہ ہو۔

یہ حالات اس کے علاوہ تھے۔ مدینہ میں منافقین سازشیں کر رہے تھے اور افواہیں پھیلا رہے تھے خود اسلامی صفوں میں بد دلی پھیلائی جا رہی تھی۔

وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (۳۳:۱۲) "یاد کرو وہ وقت جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا، صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو وعدے ہم سے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے"۔ ان شدید حالات میں ان لوگوں کو بھی موقع مل گیا کہ وہ اپنے خبث باطن کا اظہار کر دیں جبکہ مسلمان شدید کرب میں مبتلا تھے اور کلیجے منہ کو آرہے تھے۔ ایسے حالات میں کوئی نہ تھا جو ان کو ملامت کرتا۔ ان لوگوں کو مسلمانوں کی توہین اور تذلیل اور شکوک پھیلانے کا موقع مل گیا۔ اور انہوں نے برملا کہنا شروع کر دیا کہ اللہ اور رسول کے وعدے جھوٹے تھے حالانکہ اللہ اور رسولؐ کے وعدے تو پورے ہونے والے تھے۔ یہ منافقین یہ باتیں اس لیے کرتے تھے کہ ان حالات میں ان پر گرفت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ بظاہر حالات ایسے تھے کہ ان کی بات درست معلوم ہوتی تھی۔ وہ اپنے خیال میں درست موقف پر تھے۔ مسلمان جن ہولناک حالات سے دوچار تھے ان کی وجہ سے ان منافقین کے چہروں پر ایک جو مہین پردہ تھا، جس کی وجہ سے وہ رکھ رکھاؤ کرتے تھے وہ بھی اتر گیا۔ اور ان کے نفوس نے ان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ اس ظاہری رواداری کو بھی ختم کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے حقیقی شعور کا اظہار کر دیا اور رکھ رکھاؤ کا پردہ چاک کر دیا۔

اس قسم کے منافقین اور افواہیں پھیلانے والے ہر جماعت میں ہوتے ہیں اور مشکل حالات میں ان کا موقف بھی ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ان کے بھائیوں کا موقف ہوتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے لوگ تمام نسلوں میں ایک مکرر نمونہ ہوتے ہیں۔ زمان و مکان کی قید کے بغیر اس قسم کے لوگ ہر جماعت میں ہوتے ہیں۔

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا (۳۳:۱۳) "جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے اہل یثرب، تمہارے لیے اب ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، 'پلٹ چلو'"۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ لوگ صف بندی کو ترک کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں اور یہ کہہ دیں کہ خندق کے سامنے اس طرح صف بندی کر کے کھڑے رہنے کا کیا موقع و محل ہے۔ پیچھے سے گھروں کو خطرہ ہے۔ یہ ایک ایسی دعوت تھی جہاں سے لوگ متاثر ہو سکتے تھے کیونکہ عورتیں اور بچے خطرے میں تھے۔ خطرہ حقیقی تھا۔ خوف ہر طرف سے لاحق تھا اور حالات بہت ہی مخدوش

تھے ۔ کسی کا دل قرار نہ پکڑتا تھا۔

وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ (۳۳ : ۱۳) "جب ان کا ایک فریق یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگے کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں"۔ یعنی ہمارے گھر دشمن کے سامنے کھلے ہیں اور ان کا کوئی دفاع نہیں ہے ــــ لیکن قرآن یہاں اصل حقیقت بھی کھول دیتا ہے :

وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ (۳۳ : ۱۳) "حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے"۔ چنانچہ یہاں صاف صاف کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بزدل ہیں ۔ بھاگنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے یہ جھوٹے حیلے گھڑتے ہیں ۔

اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (۳۳ : ۱۳) "دراصل وہ بھاگنا چاہتے ہیں"۔ روایات میں آتا ہے کہ بنی حارث نے اوس ابن قیظی کو رسول اللہؐ کے پاس بھیجا اور یہ کہا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اور انصاریوں میں سے کسی کا گھر ہمارے گھروں کی طرح نہیں ہے ۔ ہمارے اور غطفان کے درمیان کوئی نہیں ہے جو ان کو روک سکے ۔ تو آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم گھروں کی طرف لوٹ جائیں تاکہ گھروں اور عورتوں کی حفاظت کر سکیں۔ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی ۔ یہ بات سعد ابن معاذ تک پہنچی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ حضورؐ ان کو اجازت نہ دیں کیونکہ ہمیں اور ان کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے' انہوں نے ایسا ہی کیا ہے خدا کی قسم! چنانچہ حضورؐ نے ان کو واپس کر دیا ــــ غرض قرآن ان کو ملامت کرتا ہے کہ یہ محض فرار چاہتے ہیں' وہ تھے ہی ایسے ۔

--- ooo---

یہاں سیاق کلام قدرے رک جاتا ہے ۔ ایک بہترین تصور پر غور کرنے کے لیے جس میں اس وقت کے خوفناک اور پریشان کن حالات اور باہم حیلہ بازی کے موقف کی تصویر کشی کی گئی ہے تاکہ ان بیمار دلوں والے منافقین کی نفسیاتی تصویر بھی دکھا دی جائے ۔ یہ ان کی داخلی تصویر ہے اور یہ حالت ان کی اس لیے ہے کہ ان کا عقیدہ اور نظریہ کمزور ہے ۔ یہ بزدل ہیں اور اسلامی صفوں سے یہ لوگ ایک معمولی بہانہ اور عذر کی وجہ سے بھی بھاگنے کے لیے تیار ہوئے ہیں ۔ یہ کسی موقف پر جمنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ اس سلسلے میں کوئی رکھ رکھاؤ کرنے والے ہیں ۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا
وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا یَسِیْرًا ﴿۱۴﴾

"اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آئے ہوتے اور اس وقت انہیں فتنے کی طرف دعوت دی جاتی تو یہ اس میں جا پڑتے اور مشکل ہی سے انہیں شریک فتنہ ہونے میں کوئی تامل ہوتا"۔

یہ ہے ان منافقین کی اندرونی تصویر ۔ دشمن ابھی تو مدینہ سے باہر ہے ۔ ابھی تو وہ شہر کے اندر گھسنے نہیں پایا ۔ اگرچہ حالات بہت ہی خوفناک تھے لیکن ابھی تو حملہ آور باہر ہی پڑے تھے ۔ کوئی خطرہ ابھی واقع نہ ہوا تھا ۔ اگر لشکر مدینہ کے

اطراف سے حملہ آور ہو جاتا اور پھر

سُئِلُوا الْفِتْنَةَ (۳۳: ۱۴) "پھر ان کو فتنے کی دعوت دی جاتی یعنی ان سے مطالبہ کیا جاتا کہ تم مرتد ہو جاؤ تو یہ لوگ فوراً مرتد ہو جاتے اور کچھ دیر نہ کرتے اور نہ ہی کوئی تردد کرتا۔

اِلَّا قَلِيلًا یعنی اگر دیر کرتے تو تھوڑی ہی دیر کرتے یا ان میں سے قلیل لوگ تردد کرتے۔ یعنی مرتد ہونے سے قبل کچھ دیر کے لیے سوچتے۔ یہ ہے نقشہ ڈھیلے عقیدے اور نظریہ کا ہے۔ یہ گہری کمزوری ہے اس کے ساتھ یہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔
یوں قرآن مجید ان کی حقیقت کا اظہار کرتا ہے اور ان کی اندرونی کیفیت سے پردہ اٹھا دیتا ہے اور اس کے بعد ان پر الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے عہد توڑ دیا اور وعدے کی خلاف ورزی کر دی۔ یہ عہد کس کے ساتھ تھا؟ یہ عہد انہوں نے اللہ کے ساتھ کیا تھا کہ بھاگیں گے نہیں۔ ان کے ساتھ یہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿١٥﴾

"ان لوگوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ یہ پیٹھ نہ پھیریں گے، اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی باز پرس تو ہونی ہی تھی"۔
ابن ہشام نے ابن اسحاق کی روایت اپنی سیرۃ میں نقل کی ہے کہ یہ لوگ بنو حارثہ تھے۔ یہی لوگ تھے جو احد کے دن بھی بھاگنا چاہتے تھے اور بنو سلمہ اور ان دونوں نے واپسی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن بعد میں انہوں نے اللہ کے ساتھ عہد کر لیا تھا کہ وہ ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ یہاں یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ تم نے خود یہ عہد اللہ کے ساتھ کیا تھا کہ آئندہ ایسا نہ کریں گے۔
احد کے دن تو اللہ کے فضل و کرم سے وہ بچ گئے تھے۔ اللہ نے ان کو ثابت قدمی دے دی تھی۔ اور ان کو فرار کے نتائج سے بچا لیا تھا۔ ابتدائی زمانے میں جہاد کے اسباق میں سے یہ ایک سبق تھا لیکن آج تو تحریک اسلامی پر طویل دور گزر گیا ہے۔ کافی تجربات ہو گئے ہیں۔ اس لیے قرآن کریم ان پر یہ سخت تبصرہ کرتا ہے۔
آج جب انہوں نے عہد توڑ دیا۔ آج وہ خطرے سے بچنے کے لیے اور خوف کی حالت سے بھاگنے کے لیے عہد توڑ چکے، تو قرآن کریم ن کو بتاتا ہے اور بروقت بتاتا ہے کہ اسلامی نظریہ حیات میں اعلیٰ قدر کیا ہے اور اسلامی تصور حیات میں موت اور زیست کا تصور کیا ہے۔ کیا فرار اور نقض عہد زندگی کا ضامن ہے؟

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ